پاکستان میں اِتحادوں کی سیاست: نیشنل ڈیموکریٹک فرنٹ کا کردار

ثناء ظہیر*

Abstract

Opposition alliances played an important role in political history of Pakistan. These alliances were often formed when political parties were unable to achieve their common goal. Lack of institutional process in political parties was the principal reason for the formation of political alliances. These alliances were formed for the achievement of their common interests. National Democratic Front (NDF) was one such alliance formed in the early phase of Ayub Khan period when he lifted the ban from all political parties and activities. Its goal was to form a platform to raise voice against dictatorship and struggle for restoration of democracy. Its leadership included Husyen Shaheed Suhrawardy, Sheikh Mujeebur Rahman and some other leaders. Although NDF as a democratic force failed to achieve its goal, it played a significant role in the struggle against the dictatorial regime of Ayub Khan. It enkindled a ray of hope for democratic forces and paved the way for subsequent democratic movements against Ayub Khan. There is a research gap in historiography of NDF. Usually its performance has been either ignored or underrated. This article will shed some light on the role and significance of National Democratic Front in the political development of Pakistan.

---

* طالبہ پی ایچ ڈی، شعبہ تاریخ و مطالعہ پاکستان، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

پاکستان کی سیاسی تاریخ میں بہت سے مواقع ایسے آئے جب حزبِ اِختلاف کی جماعتیں اپنے مشترکہ مقاصد کے لیے متحد ہوئیں۔ سیاسی جماعتیں کسی بھی جمہوری معاشرے میں خاص اہمیت کی حامل ہوتی ہیں لیکن بدقسمتی سے اِبتدا سے ہی پاکستان میں دوسرے سیاسی اِداروں کی طرح بعض سیاسی جماعتیں بھی مضبوط نہیں تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ جب بھی سیاسی جماعتوں کے لیے مشترکہ مفادات کا حصول پیشِ نظر رہا انہوں نے اِتحاد کی راہ اپنائی۔

پاکستان کے وجود میں آنے کے بعد مسلم لیگ ہی واحد مستحکم جماعت تھی اور چونکہ تحریکِ پاکستان میں مسلم لیگ کا کردار بہت اہم تھا اِس لیے اس وقت مسلم لیگ کی مخالفت کسی دوسری جماعت کے لیے نا قابلِ تصور تھی اور اگر کوئی دوسری جماعت مسلم لیگ کی پالیسیوں پر تنقید کرتی بھی تو اس کو ریاست مخالف جماعت تصور کیا جاتا۔ درحقیقت مسلم لیگ خود بھی کسی قسم کی مخالفت کا سامنا کرنا نہیں چاہتی تھی اور نوابزادہ لیاقت علی خان کا بیان اِس بات کا واضح عکاس تھا جس میں انہوں نے کہا کی میری زندگی میں کسی اور سیاسی جماعت کا وجود ممکن نہیں۔[۱] شاید مسلم لیگ کی ایسی پالیسی کا نتیجہ تھا کہ وقت کے ساتھ ساتھ مشرقی پاکستان کے کچھ مسلم لیگی قائدین نے اپنی سیاسی جماعتیں منظّم کر لیں۔[۲] یہ پیش رفت مرکزی حکومت کے اس غافلانہ اور غیر ذمہ دارانہ رویے کی وجہ سے تھی جو وہ مشرقی پاکستان کے لیے اپنائے ہوئے تھی۔ اور یہی وجہ تھی کہ ۱۹۴۵ء کے مشرقی پاکستان کے صوبائی انتخابات میں اِن جماعتوں نے مل کر مشترکہ پلیٹ فارم سے مسلم لیگ کیخلاف انتخابات لڑنے کا فیصلہ کیا۔ اِس موقع پہ حزبِ اِختلاف کی جماعتوں کا پہلا اِتحاد' یونائیٹڈ فرنٹ' کے نام سے وجود میں آیا جس نے مسلم لیگ پہ واضح برتری حاصل کر لی اور یونائیٹڈ فرنٹ یا جگتو فرنٹ بنانے والی سیاسی جماعتوں کے لیے ایک مثال قائم کر دی۔ آنے والے وقت میں جب بھی حزبِ اِختلاف کی جماعتوں کو مشترکہ حریف سے واسطہ پڑا انہوں نے اِنفرادی حیثیت میں مقابلہ کرنے کی بجائے اِتحاد بنانے کو ترجیح دی۔

اسی طرح کا ایک مخالف اِتحاد 'نیشنل ڈیموکریٹک فرنٹ' جنرل محمد ایوب خان کی

آمریت کے مقابل وجود میں آیا۔ ایوب خان کے اِبتدائی دورِ حکو مت میں تمام سیاسی جماعتوں اور سیاسی سرگرمیوں پہ پابندی تھی کسی بھی قسم کی مخالفت نا قابلِ تصور تھی۔ لیکن ۱۹۶۲ء میں پولیٹیکل پارٹیز ایکٹ کے تحت تمام سیاسی جما عتوں کو از سرِنو اپنی سیاسی سرگرمیاں شروع کرنے کی اجازت مل گئی۔ وہ وقت ایسا تھا جب سیاسی جماعتوں نے دوبارہ سے اپنے آپ کو منظّم کرنا تھا اِس لیے یہ ممکن نہیں تھا کہ اِنفرادی حیثیت میں جمہوریت کی بحالی کے لیے جدو جہد کر سکتیں۔ اس صورتحال میں نیشنل ڈیموکریٹک فرنٹ جیسا مخالف اِتحاد وقت کی اہم ضرورت تھی جہاں سے جمہوریت کی بحالی کے لیے آواز اُٹھائی جا سکتی۔

پس منظر

۲۷ اکتوبر ۱۹۵۸ء کو جنرل محمد ایوب خان نے مارشل لاء نافذ کر کے ملک میں آمریت کے بیج بو دیئے۔ ۱۹۵۶ء کا آئین منسوخ ہو گیا، جہاں اور بہت سی سماجی و اِقتصادی اِصلاحات کی گئیں وہیں سیاسی جماعتوں اور سیاسی سرگرمیوں پر پابندی لگا دی گئی۔ سیاسی جماعتوں کے اثاثے منجمد کر دیئے گئے اور سیاسی سرگرمیوں کو دبانے کے لیے سیاستدانوں کو گرفتار کیا گیا۔ایوب خان نے اِتنا ہی کافی نہیں سمجھا اور ان پابندیوں کو قانونی شکل دینے کے لیے دو ایکٹس پوڈو اور ایبڈو متعارف کروائے جن کے تحت مشرقی اور مغربی پاکستان کے سیاستدان نا اہل قرار دیئے گئے اور وہ ۳۱ دسمبر ۱۹۶۶ء تک کسی بھی طرح کی سیاسی سرگرمی میں حصہ نہیں لے سکتے تھے۔[۳] اِس کے علا وہ سیاسی جماعتوں کو دبانے کے لیے اِن کے مقابلے میں بنیادی جمہوریتوں کا نظا م متعارف کروایا۔

۱۹۲۶ء میں ایوب خان نے صدارتی طرز کا آئین نافذ کر کے مارشل لاء ختم کر دیا۔ ۸ جون کو قومی اسمبلی کا پہلا ا جلاس منعقد ہوا لیکن سیاسی جماعتوں پر تاحال پابندی تھی۔ان کے لیے ایسا کوئی مرکز نہیں تھا جس کے توسط سے وہ نئے آئین پر تنقید کر سکتیں یا اپنی رائے کا اِظہار کر سکتیں۔ اِس موقع پہ ۲۴ جون کو ڈھاکہ کے نو سیاستدانوں[۴] نے مشترکہ طور ایک بیان جاری کیا جس میں موجودہ آئین پہ تنقید کی گئی تھی اور مطالبہ کیا گیاتھا چھے ماہ

کے دورانیے میں بلواسطہ طور پہ منتخب شدہ اسمبلی وجود میں آئے جو وفاقی اور پارلیمانی طرز کا آئین مرتب کرے۔ انہوں نے مزید یہ بھی کہا کہ جمہوریت کی بحالی تک سیاسی جماعتیں اپنی تجدید نہیں کریں گی۔۵ عطاءالرحمٰن خان کے مطابق ڈھاکہ کے نو لیڈروں کا یہ بیان اس وقت پاکستان کے لوگوں کی امیدوں اور آرزؤں کی بازگشت تھی۔٦ حسین شہید سہروردی جو اس وقت جیل میں تھے انہوں نے وہاں سے اِس بیان کی حمایت کی۔بعد ازاں اِن لیڈروں نے پلٹن میدان میں ایک جلسہ بھی منعقد کیا۔حزبِ اِختلاف کی اِن سرگرمیوں کو حکومت نے ریاست مخالف سرگرمیاں قراردیا جو کہ ملکی ساکھ کو نقصان پہنچا رہی تھیں۔ اِسی دوران حکومت نے ۳۰ جون کو پولیٹیکل پارٹیز بل متعارف کروایا جو کہ بعد میں ایکٹ بن گیا، جس میں ایک طرف تو سیاسی جماعتوں کی بحالی کی منظوری دے دی گئی تو دوسری طرف کچھ پابندیاں بھی عائد کر دی گئیں۔۷

مشرقی پاکستان کے سیاسی رہنماؤں کی طرف سے پولیٹیکل پارٹیز ایکٹ کی سختی سے تردید کی گئی ۔ڈھاکہ کے پلٹن میدان میں نورلامین کی سربراہی میں جلسہ کیا گیا جس میں شیخ مجیب ا لرحمٰن نے دھواں دار تقریر کی اور ایبڈو سمیت تمام ''کالے قوانین'' کو ہٹانے اور حسین شہید سہروردی، بھاشانی اور دوسرے سیاسی رہنماؤں کی جلد رہائی کا مطالبہ کیا۔ عطاء الرحمٰن خان نے آئین پہ تنقید کرتے ہوئے کہا کہ ''ہمیں یہ آئین نہیں چاہیے، اِسے جلا دینا چاہیے''۔۸ اِس کے علاوہ مغربی پاکستان میں بھی حکومت کے خلاف جلسے کئے گئے جن میں سیاسی رہنماؤں خاص طور پہ سہروردی کی رہائی کا مطالبہ کیا گیا اسی طرح کا ایک جلسہ کراچی میں منعقد کیا گیا جس میں خان عبدلقیوم خان نے بھی خطاب کیا اور سیاسی جماعتوں کے مطالبات کی تائید کی۔۹ ایوب خان کو سہروردی کی رہائی کے بغیر مشرقی پاکستان میں قدم جمانا مشکل لگ رہا تھا اس لیے سہروردی کو اِس شرط پہ رہا ئی کی پیشکش کی گئی کہ وہ چھ ماہ تک کسی بھی سیاسی سرگرمی میں حصہ نہیں لے سکیں گے لیکن سہروردی نے انکار کر دیا متعدد بارگفت و شنید کے بعد بالآخر یہ مدت ایک ہفتہ قرار پائی اور ۱۹ اگست۱۹۶۲ء کو سہروردی کو رہا کر دیا گیا۔۱۰ عام طور پر یہ سمجھا جا رہا تھا کہ شاید سہروردی نو لیڈروں کے مؤقف کی

حمایت نہ کریں لیکن ڈھاکہ پہنچتے ہی انہوں نے نہ صرف نو لیڈروں کے بیان کی تائید کی بلکہ یہ بھی کہا کہ میرا نمبر دسواں ہے۔"[۱۱]

نیشنل ڈیموکریٹک فرنٹ کا قیام

پولیٹیکل پارٹیز ایکٹ کے مطابق وہ سیاستدان جو ایبڈو کے تحت نا اہل تھے کسی بھی سیاسی جماعت کے رکن نہیں بن سکتے تھے اور دوسری طرف ڈھاکہ کے نو لیڈروں کا مؤقف بھی یہی تھا کہ جمہوریت کی بحالی تک کسی بھی جماعت کو ازسرِ نو منظم نہیں ہونا چاہیے۔ اسی خیال کے تحت سہروردی نے مختلف سیاسی رہنماؤں سے ملاقاتیں شروع کیں تاکہ ایک مشترکہ پلیٹ فارم سے بحالیِ جمہوریت کی جدو جہد کی جائے۔

سہروردی کی ان کاوشوں کا یہ نتیجہ ہوا کہ بحال اور کالعدم سیاسی جماعتوں (نیشنل عوامی پارٹی، عوامی لیگ، پاکستان مسلم لیگ، جماعتِ اسلام پاکستان، کرشک سرامک پارٹی اور ریپبلکن پارٹی) کے ۳۵ سیاسی رہنما جن میں سے ۱۹ مشرقی پاکستان سے تھے، لاہور میں سید ابو لاعلی مودودی اور محمد علی قصوری کی رہائشگاہ پہ اِکٹھے ہوئے۔[۱۲] دو مسئلے زیرِ بحث رہے۔ پہلا تو یہ کہ کیا دستوریہ کو نیا آئین بنانا چاہیے یا موجودہ آئین میں ہی کچھ ترامیم کر لینی چاہیں دوسرا یہ کہ کیا مجوزہ مشترکہ پلیٹ فارم میں ایسے سیاستدانوں کو شامل ہونا چاہیے جن کی کسی سیاسی جماعت سے وابستگی نہ ہو یا پھر یہ سیاسی جماعتوں کا ایک اِتحاد ہونا چاہیے۔ پہلے مسئلے پہ تو بغیر کسی اِختلاف کے اِس بات پہ اتفاق رائے ہوا کہ آئین کو جمہوری شکل دینے کے لیے اِس میں ترمیم کی جانی چاہیے۔ دوسرے مسئلے پہ سیاسی جماعتوں میں اِختلاف دیکھا گیا۔ جماعتِ اسلامی کسی اِتحاد میں اپنے آپ کو ضم نہیں کرنا چاہتی تھی بلکہ بطورسیاسی جماعت اپنی علیحدہ شناخت برقرار رکھنا چاہتی تھی جبکہ مشرقی پاکستان کے رہنماؤں کا مؤقف تھا کہ جمہوریت کی بحالی تک سیاسی جماعتوں کو تجدید نہیں کرنی چاہیے۔ بہرحال یہ معاملہ جوں کا توں ہی رہا اور کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہ نکلا کہ مجوزہ اِتحاد میں سیاسی جماعتیں شامل ہوں گی یا وہ سیاستدان جن کی کسی سیاسی جماعت سے کوئی وابستگی نہ ہو۔[۱۳] اِس مسئلے کے

پیشِ نظر حسین شہید سہروردی نے تمام جماعتوں کے نمائندوں سے اپیل کی کہ نیشنل فرنٹ کے قیام اور ایک مشترکہ مقصد کے حصول کے لیے تمام اختلافات اور صوبائیت کو بھولانا پڑے گا۔ سہروردی نیشنل فرنٹ کی تشکیل کے لیے تین سب کمیٹیاں بنانے کی ہدایت دی جن میں خیر بخش مری، عبدالمجید سندھی، آغا غلام نبی پٹھان، میر غلام علی تالپور، حیدر بخش جتوئی اور محمود الحق عثمانی شامل ہونگے۔ کمیٹیاں اپنی رپورٹ اگلے دن پیش کریں گی۔[۱۴]

۴ اکتوبر کو حسین شہید سہروردی نے نیشنل ڈیموکریٹک فرنٹ کی بنیاد رکھی جس میں دونوں صوبوں کی سیاسی جماعتوں کے رہنما شامل تھے۔ ایبڈو سیاستدانوں کو فرنٹ میں شامل کرنے کے لیے اس کو ایک سیاسی جماعت نہیں بلکہ ایک تحریک کا نام دیا گیا اور یہ طے پایا کہ انتظامی معاملات سال کے اختتام میں زیرِ بحث لائے جائیں گے۔[۱۵] اِس موقع پہ انہوں نے فرنٹ کے موقف کو واضح کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان پہ یہاں کے لوگوں کا حق ہے نہ کے کسی ایک شخص، گروہ یا جماعت کا جو لوگوں کو ان کے جمہوری حق سے محروم کر دے۔[۱۶]

نیشنل ڈیموکریٹک فرنٹ کا منشور اور تنظیم

فرنٹ کا ایک نکاتی منشور جمہوری آئین کے مطالبے پر مشتمل تھا اور یہی اِس کا بنیادی مطالبہ تھا۔ مزید برآں یوسف خٹک کے مطابق بنیادی حقوق کی فراہمی ممکن بنائی جائے، عدلیہ کے اختیارات کو مقنّنہ سے الگ کیا جائے، مزید یہ کہ ۱۹۵۶ء کے آئین کی قانونی حیثیت مسلّم اور ناگزیر ہے جس کے تحت ملک ترقی کی راہ پر گامزن ہو سکتا ہے۔ نیشنل ڈیموکریٹک فرنٹ کی معاشی پالیسی کے اہم نکات یہ تھے: پٹ سن اور دوسری زرعی اجناس کی قیمتوں میں کمی، ایک خاص حد تک ٹیکسوں میں کمی، عام اِستعمال کی اشیا کی قیمتوں میں کمی اور دیہی قرضوں اور علاقائی عدم توازن کا خاتمہ۔خارجہ پالیسی کے حوالے سے عسکری اِتحاد اور ایسی بیرونی امداد کی مخالفت کی جس میں قومی سالمیت پہ سمجھوتہ کیا جائے۔[۱۷]

جہاں تک این۔ڈی۔ایف کے تنظیمی ڈھانچے کی بات ہے وہ اِتنا مستحکم نہیں تھا کیونکہ

یہ مختلف سیاسی جماعتوں کا مجموعہ تھا جن کے نظریات مختلف تھے لیکن اس وقت مقصد ایک تھا۔۔۔جمہوریت کی بحالی۔ اِسی مقصد اور وقت کی ضرورت کے تحت حزبِ اِختلاف کی جماعتیں ایک مرکز پہ متحد ہوئیں تھیں لیکن جب جماعتِ اسلامی، نظامِ اسلام پارٹی اور مسلم لیگ نے خود کو ازسرِنومنظّم کیا تو این۔ڈی۔ایف کی تنظیم پہ خاص توجہ نہ دی جا سکی۔ اب صرف ایبڈو سیاستدان ہی فرنٹ میں تھے جن کو اپنی سیاسی سرگرمیاں جاری رکھنے کے لیے ایک پلیٹ فارم چاہیے تھا لیکن حکومت نے وہ بھی نہ رہنے دیا اور ۷ جنوری ۱۹۶۳ء کو آئین میں ترمیم کر کے دو آرڈیننس متعارف کروائے۔ پہلا آرڈیننس براہِ راست اِنہی پہ لاگو ہوتا تھا۔ اس میں سیاستدانوں کو جو ایبڈو کے تحت نا اہل تھے ان کو کسی بھی قسم کا سیاسی بیان دینے یا کوئی جلسہ یا پریس کانفرنس کرنے سے روکا گیا تھا۔ دوسرے آرڈیننس میں صدر کو یہ اختیار دیا گیا تھا کہ وہ نا اہل سیاستدانوں کی معیاد کم یا ختم کر سکتا تھا۔۱۸

۲۷،۲۸ جنوری ۱۹۶۳ء کو مشرقی اور مغربی پاکستان میں بیک وقت ڈھاکہ اور کراچی میں این۔ڈی۔ایف کے انتظامی ڈھانچے پر بات چیت کرنے کے لیے اِجلاس منعقد کئے گئے۔ ڈھاکہ کے اِجلاس میں نیشنل عوامی پارٹی، عوامی لیگ، مسلم لیگ اور کرشک سرامک پارٹی کے نمائندوں پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دینے کا فیصلہ کیا گیا جس کا کنویز نورالامین کو مقرر کیا گیا۔ اِس کمیٹی کا کام ڈسٹرکٹ، سب ڈویژن اور یونین کی سطح پر نیشنل ڈیموکریٹک فرنٹ کی شاخیں کھولنا تھا۔ کراچی میں سہروردی کی رہائش گاہ لکھم ہاؤس میں اجلاس منعقد ہوا جس میں سہروردی طبعیت کی ناسازی کی وجہ سے شرکت نہیں کر سکے اور شیخ عبدالمجیب سندھی نے اِجلاس کی صدارت کی۔ اِجلاس میں کونسل مسلم لیگ، نیشنل عوامی پارٹی، جماعتِ اسلامی، عوامی لیگ، ریپبلکن پارٹی اور کچھ آزاد نمائندوں نے شرکت کی۔ مولانا عبدلستار نیازی نے حکومت کے خلاف سول نافرمانی کی تحریک کی قرارداد پیش کی جو کہ مسترد ہوگئی۔ پھر ایک پانچ رکنی کمیٹی تشکیل دی گئی جو کہ این۔ڈی۔ایف کا لائحہ عمل طے کرے گی لیکن یہ کام بھی پایۂ تکمیل نہ ہو سکا کیونکہ کونسل مسلم لیگ کے نمائندے اپنی جماعت کی نمائندگی نہیں کر رہے تھے بلکہ ذاتی حیثیت میں شرکت کر رہے تھے۔ بہرحال ایک دس رکنی کمیٹی تشکیل دی گئی جو

باقی جماعتوں سے مل کر آئندہ کا لائحہ عمل طے کرے گی اور ایک قرارداد بھی منظور کی گئی۔۱۹ قرارداد کا بنیادی مقصد جمہوریت کی بحالی کی جدوجہد کے لیے تیزی سے کام شروع کرنا تھا۔

نیشنل ڈیموکریٹک فرنٹ کی جدوجہد اور مشکلات

نیشنل ڈیموکریٹک فرنٹ کے قیام کے بعد سے اِس کی قیادت کسی نہ کسی طرح سے حکومت کی معاندانہ سرگرمیوں کا نشانہ بنتی رہی ہے۔ خاص طور پر مغربی پاکستان میں این۔ڈی۔ایف کو اپنا نقطہ نظر پیش کرنے کے لیے سازگار ماحول میسر نہیں آسکا۔ سہروردی کی لاہور آمد پر ان کا شاندار اِستقبال کیا گیا لیکن کچھ غنڈے جوڑوں پرلاٹھیوں اور سیاہ جھنڈوں کے ساتھ تھے، نمودار ہوئے اور لوگوں پہ لاٹھیاں برسائیں اور یہ واضح تھا کہ حکومت کی طرف سے بھیجے گئے ہیں۔ اِس واقعہ کے باوجود سہروردی نے اپنی مہم کا آغاز مغربی پاکستان کے دورے سے کیا۔پہلا جلسہ لاہور میں موچی گیٹ کے پاس منعقد کیا گیا جس میں کچھ نوجوانوں نے خلل اندازی کی۔اِس کے بعد مزید دو جلسے لائل پور(فیصل آباد) اور گوجرانوالہ میں ہو ئے اور اس جلسے میں سہروردی پہ گولی چلائی گئی لیکن وہ بچ گئے۔ اس واقعے کے بعد سہروردی نے اپنی مہم مشرقی پاکستان میں شروع کرنے کا فیصلہ کیا۔

کراچی میں این۔ڈی۔ایف کی تنظیم کے حوالے سے ہونے والے اجلاس کے بعد اخبارات نے اِس کو بڑھا چڑھا کر پیش کیا کہ حزبِ اِختلاف حکومت کے خلاف سول نافرمانی کی تحریک شروع کرنے جا رہی ہے جبکہ عبدلستار نیازی نے اجلاس میں یہ تجویز دی بھی تھی جو کہ مسترد ہو گئی تھی۔حزبِ اِختلاف صرف جمہوری آئین کی بحالی چاہتی تھی اِس کے باوجود حکومت کو بغاوت کا خطرہ تھا۔ دو آرڈی نینس جن کا پہلے ذکر ہو چکا ہے ان کے تحت مغربی پاکستان سے این۔ڈی۔ایف کے متعدد رہنما گرفتار کر لیے گئے اور کچھ کو بغاوت کے الزام میں گرفتار کیا گیا۔۲۰ بات یہیں پہ ختم نہ ہوئی بلکہ کراچی میں ہونے والے اجلاس کو سازش کا نام دے کر'' لکھم ہاوس سازش کیس'' کے نام سے مقدمہ درج کر

کے اڑتیس رہنماؤں کو گرفتار کر لیا گیا لیکن ان کے خلاف کوئی کاروائی نہیں کی گئی اور جلد ہی رہا کر دیا گیا۔ اس تمام صورتحال میں مغربی پاکستان میں نیشنل ڈیموکریٹک فرنٹ کی تنظیم کا کام تعطل کا شکار ہو گیا۔۲۱

حسین شہید سہروردی جو کہ نہ صرف بحالیِ جمہوریت کے لیے کوشاں تھے بلکہ مشرقی اور مغربی پاکستان کے درمیان ایک پل کا کام بھی کر رہے تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ دونوں صوبوں کے درمیان جو اختلافات تھے وہ دور ہو جائیں۔ جب وہ بیمار ہوئے تو انہوں نے ایوب خان کو یوسف خٹک کے توسط سے ایک پیغام بھجوایا اس کی تفصیل لاہور کے ''آتش فشاں'' کے نومبر ۱۹۸۳ء کے شمارے میں شائع ہوئی ہے جس میں یوسف خٹک نے *آتش فشاں* کے ایڈیٹر منیر احمد منیر کو بتایا کہ :

> سہروردی صاحب کے دل میں پاکستان کا بڑا درد تھا۔ ۱۹۶۲ء کی قومی اسمبلی میں جب میں (یوسف خٹک) اپوزیشن لیڈر تھا، سہروردی صاحب نے مجھے ایک نہیں دو مرتبہ کہا تھا کہ آپ صدرِمملکت ایوب خان سے کہیں کہ میں مرنے سے پہلے آخری خدمت کرنا چاہتا ہوں۔ میری دلی تمنا ہے کہ مشرقی اور مغربی پاکستان کے درمیان ایک آئینی تصفیہ ہو جائے ورنہ میرے بعد کوئی ایسی شخصیت نہیں ہو گی جو یہ خدمت انجام دے سکے۔ میں ایوب خان کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر وہ چاہتے ہیں کہ میں پاکستان میں نہ رہوں تو اس کے بعد جب تک ایوب خان صدر ہوں، میں ملک سے باہر چلے جانے کے لیے بھی تیار ہوں بلکہ اگر وہ دوسری مرتبہ بھی صدر منتخب ہونا چاہیں تو بھی مجھے کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔ میرے لیے یہی کافی ہے کہ میں پاکستان کی آخری خدمت انجام دے دوں کیونکہ میں دل کا مریض ہوں۔ مجھے پتہ ہے کہ اب میں زیادہ دیر تک زندہ نہیں رہوں گا۔ لیکن میں پاکستان کے لیے یہ آخری خدمت انجام دینا چاہتا ہوں اور مجھے کچھ نہیں چاہیے۔۲۲

لیکن ایوب خان کی طرف سے کوئی جواب نہیں ملا۔ سہروردی واحد لیڈر تھے جو مشرقی اور مغربی پاکستان کے درمیان ایک مضبوط رابطے کا ذریعہ تھے اورجمہوریت کی بحالی کے لیے ایک مشترکہ جدوجہد چاہتے تھے۔ لیکن ان کے بیرونِ ملک جانے کے بعد این۔ڈی۔ایف انتشار کا شکار ہونے لگا۔کونسل مسلم لیگ نے پانچ روزہ اجلاس میں یہ طے کیا کہ مسلم لیگ صرف سیاسی جماعتوں کی سطح پر ہی تعاون کرے گی انفرادی طور پہ نہیں۔ نظامِ اسلام پارٹی

اور جماعتِ اسلامی کا بھی یہی مؤقف تھا۔ جبکہ نیشنل عوامی پارٹی نے این۔ڈی۔ایف کے ساتھ تعاون کرنے کا سوچا۔

اِس صورتحال میں وہ جماعتیں (کرشک سرامک پارٹی، عوامی لیگ، نیشنل عوامی پارٹی) جو بحال نہیں ہوئی تھیں اور مسلم لیگ کے کچھ رہنما 'نیشنل ڈیموکریٹک پارٹی' کے نام سے ایک سیاسی جماعت بنانے پر غور کرنے لگے۔مسلم لیگی رہنما اور کرشک سرامک پارٹی اس خیال سے متفق نہیں تھے البتہ عوامی لیگ اور نیشنل عوامی پارٹی اس کی حمایت پر آمادہ تھیں۔ اِسی نقطے پر بات کرنے کے لیے شیخ مجیب الرحمٰن نے سہروردی سے ملاقات کی اور عوامی لیگ کی تجدید کی بات کی لیکن سہروردی نے کہا کہ میں اس وقت تک کچھ نہیں کہہ سکتا جب تک این۔ڈی۔ایف کے رہنماؤں سے بات نہ کر لوں لیکن ساتھ ہی نیشنل ڈیموکریٹک فرنٹ کو ہی مضبوط کرنے کا مشورہ دیا۔کیونکہ سہروردی کے خیال میں ایسی کسی جماعت کی تشکیل آسان نہیں تھی جس کے پروگرام پر سیاسی قیادت کا آسانی سے اتفاق نہ ہو سکے اور اس کے لیے اپنے ذاتی مفادات کی قربانی ضروری تھی جو کہ ناممکن نظر آرہا تھا۔[۲۳] اِس لیے انہوں نے این۔ڈی۔ایف کے ذریعے جمہوری جدوجہد جاری رکھنے کا مشورہ دیا۔ اِس بات سے ظاہر تھا کہ سہروردی مشرقی اور مغربی پاکستان کے سیاسی عناصر کو یکجا دیکھنا چاہتے تھے اور مشترکہ مرکز سے جمہوری جدوجہد جاری رکھنا چاہتے تھے لیکن وہ اِس کو عملی شکل دینے کے لیے زیادہ عرصہ زندہ نہ رہ سکے اور ۵ دسمبر ۱۹۶۳ء کو بیروت میں انتقال کر گئے۔سہروردی کا انتقال این۔ڈی۔ایف کے لیے بہت بڑا دھچکا تھا۔ ان کے انتقال کے بعد نیشنل ڈیموکریٹک فرنٹ کمزور ہوتا گیا کیونکہ کچھ جماعتیں پہلے ہی اپنے آپ کو منظّم کر چکی تھیں اور جو باقی تھیں وہ بھی اب اپنی بحالی کی کوشش میں سرگرم ہو چکی تھیں۔

این۔ڈی۔ایف کی تنظیم کی بات کی جائے تو لکھم ہاؤس میٹنگ کے بعد مغربی پاکستان میں تو تنظیم کا کوئی کام نہیں ہوا۔ لیکن جنوری ۱۹۶۴ء میں کونسل مسلم لیگ، نیشنل عوامی پارٹی، عوامی لیگ کے نمائندے مغربی پاکستان میں نیشنل ڈیموکریٹک فرنٹ کی تنظیم سازی کے لیے لاہور میں اکٹھے ہوئے اور ایک چھے نکاتی ایجنڈا پیش کیا جس میں (۱)

جمہوری آئین کی بحالی (۲) آمرانہ قوانین کی منسوخی (۳) براہِ راست انتخابات(۴) تمام سیاسی قیدیوں کی رہائی(۵) بااختیار عدلیہ اور سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کے اختیارات کی بحالی(۶) بنیادی حقوق کی فراہمی جیسے مطالبات شامل تھے۔ اس کے علاوہ ایک ۲۲ رکنی مرکزی کونسل تشکیل دینے کا فیصلہ کیا گیا جو کہ مغربی پاکستان کے تمام حصوں میں شاخیں کھولے گی۔[۲۴] لیکن کچھ وجوہات کی بنا پر مرکزی کونسل کا اجلاس ملتوی ہو گیا اور مغربی پاکستان میں تنظیم کا کام نہ ہو سکا۔[۲۵] اگرچہ مشرقی پاکستان میں این۔ڈی۔ایف ایک مضبوط سیاسی قوت کے طور پر کام کررہا تھا اور اسکی کامیابی کے امکانات موجود تھے لیکن مغربی پاکستان میں اسکی پیشقدمی بہت سست روی کا شکارتھی جو اسکی قومی یکجہتی اور سیاسی اور جمہوری قوتوں کے وسیع البنیاداتحاد کے خواب پر بری طرح سے اثر انداز ہو رہی تھی۔

مزید براں مجیب الرحمٰن جو کہ سہروردی کی زندگی میں ہی عوامی لیگ کو بحال کرنا چاہتے تھے لیکن سہروردی کے منع کرنے پر وہ ایسا نہیں کر سکے۔[۲۶] لیکن اب موقع تھا کہ وہ اپنے ارادے کوعملی جامہ پہنا سکتے تھے۔ اِسی لیے ۲۵ جنوری ۱۹۶۴ء کو ایک اجلاس میں عبدالرشید ترکابگیش کی سربراہی میں باقاعدہ طور پرعوامی لیگ کی تجدید کا اعلان کیا گیا۔عوامی لیگ کی تنظیمِ نو کے بعد بھاشانی جو کہ این۔ڈی۔ایف کو"Nothing Doing Front" کا نام دے کر تنقید کر رہے تھے اِنہوں نے بھی نیشنل عوامی پارٹی کو منظم کر لیا۔ ان دونوں جماعتوں کی تنظیمِ نو کے بعدنیشنل ڈیموکریٹک فرنٹ کی حیثیت مزید کمزور ہو گئی۔[۲۷]

جیسے پہلے بات ہو چکی ہے کہ مشرقی پاکستان میں این۔ڈی۔ایف ابھی بھی سرگرم تھا۔ مارچ ۱۹۶۴ء میں ڈیموکریٹک ورکر کنونشن ڈھاکہ میں نورالامین اس کے چئیرمین اور محمد علی جنرل سیکریٹری مقرر ہوئے۔[۲۸] اِسی دوران صدارتی انتخاب کے موقع پر حزبِ اختلاف کی پانچ جماعتوں (کونسل مسلم لیگ، جماعتِ اسلامی، نظامِ اسلام پارٹی، نیشنل عوامی پارٹی اور عوامی لیگ) کا ایک نیا سیاسی اتحاد"Combined Opposition Parties" کے نام سے وجود میں آیا اور این۔ڈی۔ایف نے اس کی حمائیت کی۔ایک نیا اتحاد بننے سے این۔ڈی۔ایف کی مقبولیت میں کمی تو آ گئی لیکن یہ نورالامین کی سربراہی میں کام کرتا رہا

اور صدارتی انتخابات میں COP کی ناکامی کے بعد اس کی قیادت نے پھر سے اپنے موقف پر زور دیا کہ تمام جماعتوں کو خود کو موقوف کر کے غیر جماعتی بنیادوں پر جمہوریت کی بحالی کی جدوجہد کرنی چاہیے لیکن کوئی بھی جماعت اس کے لیے رضامند نہ ہوئی۔ بلآخر غیر جماعتی جدوجہد کے موقف کو چھوڑ کر ایک نئے اتحاد ''پاکستان ڈیموکریٹک موومنٹ'' کے ساتھ شامل ہو گیا۔**۲۹**

اختتامیہ

پاکستان کی سیاسی تاریخ پر نظر ڈالیں تو سیاسی جماعتوں کے اتحاد اور ان کا کردار تاریخ کا اہم حصہ ہیں۔ ہر سیاسی جماعت کے سیاسی نظریات ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں لیکن جب ایک مشترکہ مقصد سامنے ہو تو سیاسی جماعتیں اختلافات پسِ پشت ڈال کر اتحاد بنانے کو ترجیح دیتی ہیں۔نیشنل ڈیموکریٹک فرنٹ ایسا ہی اتحاد تھا جو ایوب خان کے دور میں جمہوریت کی بحالی کے لیے وجود میں آیا۔ گو کہ یہ اتحاد پوری طرح اپنی جدوجہد میں کامیاب نہ ہو سکا جس کی متعدد وجوہات تھیں۔ سب سے پہلے تو یہ کہ این۔ڈی۔ایف مختلف جماعتوں کا ایک مجموعہ تھا جن کے اپنے اپنے مفادات تھے اور پولیٹکل پارٹیز ایکٹ کے بعد جماعتِ اِسلامی، مسلم لیگ اور نظامِ اسلام پارٹی کے رہنماوں نے اپنی جماعتوں کو بحال کر لیا اور ساری توجہ تنظیمِ نو پر مرکوز کر دی۔ دوسرے یہ کہ حکومت کی جارحانہ کاروائیوں سے فرنٹ کی سرگرمیاں خاص طور پر مغربی پاکستان میں بری طرح متاثر ہوئیں اور مغربی پاکستان میں تنظیم کا کام نہ ہو سکا اور یہ ایک قومی سطح کا اتحاد نہ بن سکا۔ مزید برآں حسین شہید سہروردی جو این۔ڈی۔ایف کے اصل روحِ رواں تھے اس کی تشکیل کے ایک سال بعد ہی انتقال کر گئے اور ان کے بعد قومی سطح کا کوئی ایسا لیڈر نہیں تھا جو اس مشترکہ جدوجہد کو جاری رکھتا نتیجتاً شیخ مجیب الرحمٰن نے جو سہروردی کی زندگی میں ہی عوامی لیگ کی تجدید کرنا چاہ رہے تھے، سہروردی کے انتقال کے بعد اپنی خواہش کو پورا کر لیا اور این۔ڈی۔ایف کا جو موقف تھا کہ بحالیِ جمہوریت کی جدوجہد غیر جماعتی بنیادوں

پر ہونی چاہیے، وہ دم توڑ گیا۔ لیکن این۔ڈی۔ایف اس لحاظ سے اہمیت کا حامل ہے کہ یہ آمریت کے خلاف پہلا اتحاد تھا اور آئندہ وجود میں آنے والے اتحادوں ''کمبائنڈ اپوزیشن پارٹیز'' اور ''پاکستان ڈیموکریٹک موومنٹ'' کے لیے بنیاد کا کام کیا۔ مزید یہ کہ ا یبڈو سیاستدان جو کسی جماعت میں شامل نہیں ہو سکتے تھے ان کے لیے ایک مرکز مہیا کیا جہاں سے وہ بھی اپنی سیاسی آراء دے سکیں۔

حوالہ جات

1. Rafique Afzal, *Political Parties in Pakistan 1947-58,* Vol. I (Islamabad :National Institute of Historical and Cultural Research, 1998), p. 135.

۲۔ مولانا عبدالحمید خان بھاشانی جو کہ صوبائی مسلم لیگ آسام کے سابق صدر تھے انہوں نے ۱۹۴۹ء میں عوامی مسلم لیگ کی بنیاد رکھی دریں اثناء حسین شہید سہروردی پاکستان منتقل ہو گئے اور مغربی پاکستان اور مرکز میں اپنا اثرورسوخ قائم کرنا چاہتے تھے۔ اور کچھ پرانے مسلم لیگیوں(پیر صاحب مانکی شریف، خان آف ممدوٹ، نوابزادہ نصراللہ خان) کے ساتھ گفت وشنید کے بعدجناح مسلم لیگ کے نام سے اپنی سیاسی جماعت منظم کر لی لیکن اصل میں وہ مشرقی پاکستان کے تعاون کے بغیر مرکز میں اپنی جگہ نہیں بنا سکتے تھے۔ درحقیقت مشرقی پاکستان ہی ان کی اصل بنیاد تھی ،اس کے بعد انہوں نے مشرقی پاکستان کے دورے کیئے بھاشانی سے ملے اور اِس موقع پہ انہوں نے اپنی پارٹی کا نام جناح عوامی لیگ سے پاکستان عوامی لیگ رکھ لیا۔ اِس کے علاوہ مولوی فضل الحق نے مسلم لیگ چھوڑ کر کرشک پراجا پارٹی کے نام سے اپنی سیاسی جماعت بنا لی جس کو زمینداری نظام ختم ہونے کے بعد کرشک سرامک پارٹی کا نام دے دیدیا گیا۔

Badruddin Umar, *The Emergence of Bangladesh: Class Struggle in East Pakistan 1947-1958*, Vol. I (Karachi: Oxford University Press, 2007), pp. 252-253.

۳۔ ۲۱ مارچ ۱۹۵۹ء کو ایوب خان نے ایک ایکٹ پوڈو (پبلک آفس ڈسکوالیفکشن آرڈر) متعارف کروایا جس کے تحت صدر یا گورنر کو یہ اختیار تھا کہ ایسے تمام سیاستدانوں کے خلاف ایکشن لے جن کے پاس کوئی سرکاری عہدہ ہو اور وہ کسی قسم کی بدعنوانی، رشوت خوری، اقربا پروری یا سرکاری عہدے کے غلط اِستعمال میں ملوث ہوں۔ لیکن یہ ایکٹ اِتنا

مؤثر ثابت نہ ہوا کیونکہ یہ صرف ان سیاستدانوں کے لیے تھا جن کے پاس سرکاری عہدہ تھا اسی لیے اگست میں ایک اور ایکٹ ایبڈو (الیکٹو باڈی ڈسکوالیفکیشن آرڈر) متعارف کروایا جس کا اطلاق نہ صرف عہدیدار سیاستدانوں پہ ہوتا تھا بلکہ مقنّنہ، میونسپل کارپوریشن، میونسپل کمیٹی، کنٹونمنٹ بورڈ اور ڈسٹرکٹ بورڈ کے منتخب نمائندوں پر بھی ہوتا تھا۔بعدازاں ایک ترمیم کے بعد اِس کا اطلاق ان سرکاری ملازمین پہ بھی ہونے لگا جو ریٹائر ہو گئے تھے، مستعفی ہو گئے تھے یا معطل کر دیے گئے تھے۔

Rafique Afzal, *Political Parties in Pakistan 1958-1969,* Vol. II (Islamabad :National Institute of Historical and Cultural Research, 1987), pp. 12-13.

۴۔ اِن نو سیاستدانوں میں نورلامین (پاکستان مسلم لیگ کونسل)، ابوحسین سرکار، یوسف علی چوہدری، سید عزیزالحق، حمیدالحق چوہدری (کرشک سرامک پارٹی)، عطاء الرحمٰن، شیخ مجیب الرحمٰن (عوامی لیگ)، محمد علی (نیشنل عوامی پارٹی) اور پیر اے۔ایچ محسن الدین احمد(نظامِ اِسلام پارٹی) شامل تھے۔

Cited in, Md. Abdul Wadud Bhuiyan, *Emergence of Bangladesh and Role of Awami League*, (New Delhi, Vikas Publishers, 1982), 64.fn, 74.

5. Afzal, *Political Parties*, pp. 120-121.

6. Bhuiyan, *Emergence of Bangladesh,* p. 64.

۷۔ ۳۰ جون کو وزیرِ قانون نے پولیٹیکل پارٹیز بل متعارف کروایا جس میں سیاسی جماعتوں کو سیاسی سرگرمیاں شروع کرنے کی اِجازت مِل گئی لیکن اِس طرح کے لوگ کسی بھی پارٹی میں عہدہ نہیں رکھ سکتے تھے(۱) سرکاری ملازم جو معطل ہو چکے ہوں(۲) وہ شخص جو کسی غیر اِخلاقی کام کے اِلزام میں ایک سال یا اِس سے زیادہ قید میں رہا ہو(۳) وہ وزیر یا گورنر جو مجموعی بدعنوانی کے الزام میں نا اہل قرار پائے ہوں(۴) وہ لیڈرز جو ایبڈو کے تحت نا اہل قرار دیئے گئے۔

Keesing's Record of World Events (Formerly Keesing's Contemporary Archives 1931-1988), Volume 8 (1962), issue no.12 (December), p.18951.

8. Bhuiyan, *Emergence of Bangladesh*, p. 65.
9. Huseyn Shaheed Suhrawardy, *Memoires of Huseyn Shaheed Suhrawardy,* Edited by Muhmmad H.R.Talukdar. (Karachi: Oxford University Press, 2009), p. 176.

10. Begum Shaista Suhrawardy Ikramullah, *Huseyn Shaheed Suhrawardy: A Biography*, (Karachi: Oxford University Press, 1991), p. 106.
11. Muhammad Ali, *Role of Muslim Bengal in Creation of Pakistan,* (Lahore: Student Services, 1975), p. 37.

۱۲۔ مشرقی پاکستان میں سے ۱۹ لیڈر عطاالرحمٰن، مجیب الرحمٰن، عبدلجبار، ظہیرالدین، پرنسپل ابراہیم (عوامی لیگ) شاہ عزیز الرحمٰن، ہاشم الدین، شفیق الرحمٰن، حاجی حبیب ا ﷲ، خواجہ خیرالدین (مسلم لیگ)، سید عزیزالحق، محمد سلیمان، عبدلسبحان، پیرمحسن الدین (کرشک سرامک پارٹی) عبدلسلطان، بیگم رقیہ انور، میجر افسرالدین، احمد علی مونڈل اور نورالہدیٰ۔(MNAs)

The Pakistan Times (Lahore), September 23, 1962.

13. Afzal, *Political Parties,* Vol. II, p. 122.
14. *The Pakistan Times* (Lahore), October 1, 1962.

۱۵۔ مختلف سیاسی جماعتوں کے رہنما جن میں حسین شہید سہروردی، عطاء الرحمٰن خان، محمد علی، سیدعزیزالحق، شیخ مجیب لرحمٰن اور کچھ دوسرے مشرقی پاکستان سے تھے جبکہ مغربی پاکستان سے ابولاعلی مودودی، میاں ممتاز دولتانہ، ایوب کھوڑو، غلام علی تالپور، سردار بہادر خان، زیڈ۔اے۔لاری اور کچھ دوسرے شامل تھے۔ نیشنل ڈیموکریٹک فرنٹ میں شامل ہونے والے سیاستدانوں کی تعداد ۵۶ تھی۔

Cited in, Bhuiyan, *Emergence of Bangladesh*, 65, fn78.

16. *The Pakistan Times* (Lahore), October 5, 1962.
17. Saleem M.M.Qureshi, "Party Politics in Second Republic in Pakistan", *The Middle East Journal*, Vol. 20, No. 4 (Autumn, 1966), p. 469.
18. Karl Von Vorys, *Political Development in Pakistan* (New Jersey: Princeton University Press, 1965), 262; and, Suhrawardy, *Memoires*, p. 210.

۱۹۔ اس قرارداد میں مارشل لا کی مذمت کی گئی تھی اور ۱۹۵۸ء سے لے کراس وقت تک حکومت نے سیاسی جماعتوں اور سرگرمیوں کو دبانے کے لیے جو بھی ہتھکنڈے اِستعمال کیے گئے ان کو غیر قانونی قرار دیا گیا اس کے علاوہ آئین پہ تنقید کی گئی کہ یہ بالکل غیر جمہوری تھا اور قرارداد کے ا ختتامیہ میں اس بات کا عزم کیا گیا کہ سیاسی جماعتوں اور انفرادی طور پہ لوگوں کو جمہوریت کی بحالی کے لیے تیز ترین کوشش کرنی چاہیے۔

Afzal, *Political Parties,* see Appendix II, 188.

۲۰۔ آرڈیننس کے تحت عبیدالرحمٰن (ڈھاکہ یونیورسٹی کے طلباء کے لیڈر)، مسیح الرحمٰن (قومی

اسمبلی کے رکن اور حزبِ اختلاف کے ڈپٹی لیڈر) اور ان کے ساتھیوں کو گرفتار کیا گیا۔ اس کے علاوہ لاہور میں سپیشل پولیس نے میاں طفیل محمد اور عبدالستار نیازی سے کراچی اجلاس کی قرارداد کا مسودہ ضبط کر لیا جبکہ محمد علی قصوری کے انکار پر ان کو گرفتار کر لیا گیا لیکن بعد میں ضمانت پہ رہائی مِل گئی۔

Vorys, *Political Development,* p. 262; and, Afzal, *Political Parties*, p. 126.

21. Afzal, *Political Parties,* p. 126.

۲۲۔ خواجہ اِفتخار، *دس پھول ایک کانٹا*، (لاہور، الحمد پبلیکیشنز،۲۰۰۱ء)، ص ص۸۰۔۸۱۔

23. Suhrawardy, *Memoirs,* p. 207.

24. *Morning News* (Lahore), January 22, 1964.

۲۵۔ کونسل مسلم لیگ کے جو نمائندے اِس اجلاس میں شامل ہوئے تھے ان کی شمولیت خواجہ ناظم الدین کی مرضی کے خلاف تھی جس کی وجہ سے مسلم لیگ میں کشیدگی پیدا ہو گئی، مزید یہ کہ خواجہ ناظم الدین نے قومی اسمبلی میں اپنے حمایتیوں کو بنیادی حقوق میں آئینی ترمیم کے لیے حکومت کے ساتھ ووٹ دینے کو کہا اور ساتھ ہی یہ واضح کر دیا کہ مسلم لیگ کونسل اب این۔ڈی۔ ایف کا مزید ساتھ نہیں دے گی۔ دوسری بات عوامی لیگ کی قیادت بھی سہروردی کے انتقال کے بعد پارٹی کو بحال کرنا چاہ رہی تھی اس لیے این۔ڈی۔ایف کی تنظیم پہ کوئی خاص توجہ نہ دی گئی۔تیسرے یہ کہ سرحد کی نیشنل عوامی پارٹی نے اس ساری صورتحال میں کوئی خاص دلچسپی ظاہر نہ کی اور مولانا بھاشانی بھی درپردہ حکومت کے ساتھ تھے۔ اور سب سے اہم بات حکومت کی طرف سے اصرار تھا کہ دوCID آفیسرز مرکزی کونسل کے اجلاس کو آبزرو کریں گے۔

Afzal, *Political Parties,* p. 128; and, *Vorays, Political Development,* pp. 265-66.

26. Faruque Ahmad, *Bengal Politics in Britain: Logic, Dynamics and Disharmony*, (North California: Lulu Publications, 2010), p. 86.
27. Bhuiyan, *Emergence of Bangladesh,* pp. 70-71.
28. Afzal, *Political Parties,* p. 128.
29. *Ibid.,* p. 130.